☆ڈاکٹر اورنگ زیب عالمگیر

# شاہد رعنا اور امراؤ جان ادا

امراؤ جان ادا جس زمانے میں لکھا گیا تھا اس وقت تک اردو ناول نے نہ کوئی طویل سفر طے کیا تھا اور نہ ہی ارتقائی مراحل طے کر کے وہ کمال و پختگی کے درجے تک پہنچا تھا۔ مگر اس کے باوجود اُسے ایک کلاسک کی حیثیت حاصل ہے۔ آج جب کہ جدید مغربی ناول کے تتبع میں اردو ناولوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ وجود میں آ چکا ہے۔ اس کی مقبولیت آج بھی قائم ہے۔

ایک طویل عرصے تک امراؤ جان ادا کو ایک طبع زاد ناول تصور کیا جاتا رہا ہے مگر اب جدید تحقیق سے جو حقائق سامنے آئے ہیں ان کے مطابق اس کا مرکزی خیال امراؤ جان ادا کی اشاعت سے دو سال قبل شائع ہونے والے ناول شاہد رعنا سے ماخوذ ہے۔

ڈاکٹر میمونہ انصاری نے "مرزا محمد ہادی رسوا، سوانح حیات اور ادبی کارنامے" کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر علی گڑھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے مقالے کے بہت سے مندرجات محلِ نظر ہیں۔ مقالے میں بیشتر بیانات کے لیے کوئی سند مہیا نہیں کی گئی۔ مثلاً

"انہوں نے میٹرک پاس کر لیا" (۱)

لکھ دینا کافی سمجھا گیا ہے۔ کب کس سنہ میں پاس کیا۔ کس تعلیمی ادارے کی طرف سے امتحان دیا اور کس ادارے کی طرف سے سند جاری ہوئی کچھ معلومات مہیا نہیں کی گئیں۔ اسی طرح

"چناں چہ پنجاب یونیورسٹی سے ایف اے اور بی اے کے امتحانات پاس کیے۔"(۲)

لکھ دینا کافی سمجھا گیا ہے۔ کس سنہ میں کس ضلع اور کالج کے امیدوار کی حیثیت میں کس رول نمبر کے تحت یہ امتحانات پاس کیئے ان سوالات کا جواب اس مقالے سے حاصل نہیں ہوتا۔

---

☆اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر میمونہ انصاری نے اسی طرح مزید لکھا ہے:

"انہوں نے فلسفہ قدیم وجدید کے تقابل پر ایک مکمل کتاب لکھی جس پر امریکن یونیورسٹی نے Ph.D کا "ڈپلومہ دیا"(۳)

کس امریکی یونیورسٹی نے مرزا محمد ہادی رسوا کی کس کتاب پر Ph.D کا "ڈپلومہ "(؟) دیا تھا اس کی تفصیل بھی اس مقالے میں نہیں ملتی۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ مقالہ امراؤ جان ادا کے اس پہلو کے بارے میں کلیتاً خاموش ہے۔

ڈاکٹر ظہیر فتح پوری نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "رسول کی ناول نگاری" میں ان امور کے بارے میں معلومات مہیا کی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

"مرزا نے اس (پنجاب) یونیورسٹی سے ۱۸۸۴ء میں میٹرک، ۱۸۹۱ء میں ایف اے اور ۱۸۹۴ء میں بی اے کے امتحانات پرائیویٹ طالب علم کی حیثیت سے پاس کیئے۔"(۴)

اسی سلسلے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے ظہیر فتح پوری نے لکھا ہے:

"۱۸۸۲-۸۳ء میں مرزا نے پنجاب یونیورسٹی کے فارسی کے امتحانات پاس کیئے...... منشی عالم پاس کرنے کے بعد انہوں نے انٹرنس (میٹرک) کی تیاری شروع کر دی اور اگلے سال ۱۸۸۴ء میں اسی یونیورسٹی سے انہوں نے یہ امتحان بھی پاس کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے ریکارڈ کے مطابق انہوں نے یہ امتحان چرچ مشن اسکول لکھنو کے سنٹر سے دیا تھا۔ فہرست نتائج میں ان کا نام شمار نمبر ۱۴۰ پر درج ہے۔ رول نمبر ۳۶۹ تھا۔ مضامین کی تفصیل درج نہیں۔"(۵)

ظہیر فتح پوری نے ایف اے اور بی اے کے امتحانات میں مضامین کے بارے میں لکھا ہے:

"یونیورسٹی ریکارڈ کے مطابق مرزا نے اس امتحان (ایف اے) میں کل نمبر ۲۴۹ حاصل کئے تھے۔ ان کے مضامین فارسی، حساب اور فلسفہ تھے۔ شمار نمبر ۵۰ اور رول نمبر

۱۵۹ کے آگے ان کا نتیجہ درج ہے۔عمر ۳۳ سال تھی۔(بی اے میں) یونیورسٹی ریکارڈ میں ان کا رول نمبر ۱۹۵ درج ہے۔مضامین فلسفہ اور فارسی تھے۔کل نمبر ۲۱۸ حاصل کیئے تھے۔"(٦)

پی ایچ ڈی اور ڈی او ایس (ڈاکٹر آف اورئینٹل سٹڈیز؟) کی ڈگریوں کے بارے میں ظہیر فتح پوری نے لکھا ہے:

"حیدر آباد کے دوران کسی امریکن یونیورسٹی نے انہیں پی ایچ ڈی اور ڈی او ایس کی اعزازی اسناد بھیجیں جو فلسفہ کی کسی کتاب پر دی گئی تھیں......مرزا کی صرف ان کتابون پر جو سنہ ۱۹۱۹ء کے بعد شائع ہوئیں نام کے بعد یہ ڈگریاں تحریر ہیں............ جناب عزیز لکھنوی نے یونیورسٹی کا نام "اورئینٹل یونیورسٹی کولمبیا واشنگٹن امریکہ تحریر کیا ہے۔راقم نے اس یونیورسٹی اور امریکہ کی تمام قدیم یونیورسٹیوں سے اس ضمن میں خط وکتابت کی ہے لیکن انہوں نے ریکارڈ کے ملنے میں معذوری ظاہر کی ہے۔(٧)

ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کی تواریخ اور پی ایچ ڈی کے یہ دونوں مقالات، امراؤ جان ادا سے پہلے شائع ہونے والے ناول "شاہد رعنا" کے مرکزی خیال اور پلاٹ کی بعض مماثلتوں کے بارے میں خاموش ہیں۔اردو کی صرف ایک تاریخ "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے مماثلت کے کسی پہلو کا تذکرہ نہیں کیا۔انہوں نے لکھا ہے:

"وہ نہ تو تفصیلات کا غیر ضروری طور پر انبار لگاتے ہیں جیسا کہ فسانہ آزاد میں نظر آتا ہے اور نہ ہی بہت اختصار سے کام لیتے ہیں کہ تشنگی محسوس ہو جیسا قاری سرفراز حسین عزمی کے شاہد رعنا میں ہے۔"(٨)

امراؤ جان ادا ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا تھا۔۱۸۸ صفحات پر مشتمل اشاعت اول مہادیو پرشاد ورما پبلشر امین آباد لکھنو کی طرف سے شائع کی گئی تھی۔اشاعت اول میں تمہید کے صفحہ "ل" پر تاریخ اشاعت "لکھنو مارچ ۱۸۹۹ء۔مرزا رسوا" درج ہے۔

قاری سرفراز حسین عزمی دہلوی، کے پوتے الطاف حسین قاری کے، قاری بک ڈپو کی طرف

سے شائع کی گئی "تذکرہ قاری" میں لکھا گیا ہے:

"انہی دنوں میں تصنیف وتالیف کا شوق پیدا ہوا چنانچہ ۹۷-۱۸۹۶ء میں آپ نے تین اخلاقی ناول، سعید، سعادت، اور شاہد رعنا تصنیف کیئے جو گورنمنٹ صوبہ جات متحدہ (یو۔ پی) کی سرکاری سالانہ رپورٹ میں اس سال کی بہترین تصانیف قرار دیئے گئے تھے۔"(۹)

مندرجہ بالا معلومات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ شاہد رعنا، امراؤ جان ادا سے دو (۲) سال قبل شائع ہوئی تھی۔

ڈاکٹر خالد اشرف نے اس زمانی تقدیم کے بنا پر لکھا ہے:

"سب سے بڑی بے انصافی ان کے ساتھ یہ ہوئی کہ ان کو مرزا رسوا کا مقلد قرار دیا گیا۔"(۱۱)

"شاہد رعنا اتنا اہم ناول ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے باوجود سرفراز حسین عزمی کو بری طرح نظر انداز کیا گیا۔"(۱۲)

امراؤ جان ادا اور شاہد رعنا کے باہمی موازنے سے مرکزی خیال، پلاٹ، مختلف واقعات اور کرداروں کی مماثلت بہت واضح اور نمایاں ہے۔

ڈاکٹر یوسف سرمست نے شاہد رعنا اور امراؤ جان ادا کی مماثلت کا مفصل جائزہ لیا ہے۔ اور پلاٹ، کہانی، واقعات کرداروں کی مماثلت تفصیل سے ثابت کی ہے۔ انہوں نے شاہد رعنا کی فنی خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

شاہد رعنا کی خوبیوں میں جس بات پر سب سے زیادہ نظر پڑتی ہے وہ اس کی ہیئت ہے...... اس ناول کے تمام عناصر ترکیبی میں توازن اور ہم آہنگی ہے۔ ناول میں کردار فطری انداز میں متعارف ہوتے ہیں۔ واقعات کی ترتیب اور بہاؤ بھی فطری ہے، مکالموں میں روانی اور برجستگی ہے۔

مماثلت کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر یوسف سرمست نے لکھا ہے:

۱۔ "شاہد رعنا کا مرکزی کردار ننھی جان دہلی کی ایک طوائف ہے جو اپنی زندگی کے حالات خود بیان

کرتی ہے۔"(۱۴)

۲۔ "ناول میں طوائف کی زندگی کی ساری جزئیات کو بھی بڑے ہی دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے"(۱۵)

۳۔ "عزمی نے ہر جگہ ننھی جان کی جذباتی اور ذہنی عکاسی کی ہے۔"(۱۶)

۴۔ "شاہد رعنا کی ننھی جان کی طرح امراؤ جان ادا ابتدا میں اپنے سے بڑی عمر کی رنڈیوں کو دیکھ کر ان کی جیسی زندگی اختیار کرنے کا ارمان رکھتی ہے۔"(۱۷)

۵۔ "امراؤ جان اور ننھی جان کا پہلا معاشقہ بھی بالکل ایک جیسا ہے۔"(۱۸)

۶۔ "ننھی جان کے نواب جس طرح تخلیہ میں ملنا چاہتے ہیں اسی طرح امراؤ جان کے سلطان نواب بھی تنہائی چاہتے تھے۔"(۱۹)

۷۔ "ننھی اور ادا بالکل ایک طریقہ سے پہلی ہی ملاقات میں اپنے اپنے نوابوں سے متاثر ہوتی ہیں"(۲۰)

۸۔ "ننھی جان کے نواب اختر زمان اور ادا کے نواب سلطان کا حلیہ بھی بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔"(۲۱)

۹۔ "ننھی جان کونی پتہ جاتے ہوئے ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب سے ملتی ہے۔ ادا بھی کان پور کی ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب سے ملتی ہے جن کی ہیئت کذائی یہ ہے۔"(۲۲)

۱۰۔ "دونوں مرزا صاحب ان طوائفوں کے ماضی سے دلچسپی رکھتے ہیں۔"(۲۳)

۱۱۔ "ننھی جان کے خوشہ چین حقیقت میں ڈپٹی صاحب ہیں لیکن ننھی کی ماں اس بات کو بالکل مخفی رکھتی ہیں......ادا کا خوشہ چینِ اول گو ہر مرزا ہے لیکن خانم بھی اس معاملے کو دبا دیتی ہے۔"(۲۴)

ڈاکٹر یوسف سرمست نے شاہد رعنا اور امراؤ جان کی اور بھی بہت سی مماثلتیں بیان کی ہیں۔ ان مماثلتوں کو بیان کرنے کے بعد انہوں نے لکھا ہے:

"اس کے علاوہ شاہد رعنا کی ننھی جان اور امراؤ جان کی زندگی کے بہت سے واقعات میں بھی مماثلت ہے......دونوں پچھلی زندگی سے تائب ہو جاتی ہیں۔"(۲۵)

مرزا ہادی رسوا کی برتری اور مہارت کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف سرمست نے لکھا ہے:

"رسوا کی فن کاری کا راز یہ ہے کہ انہوں نے شاہد رعنا سے واقعات اخذ تو کیئے ہیں لیکن ان کو بالکل مختلف انداز سے استعمال کیا ہے اور قاری کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ شاہد رعنا سے ماخوذ ہے۔"(۲۶)

"...........انہوں نے ناول میں ہر جگہ اپنی جدت اور ذہانت سے کام لے کر امراؤ جان کو شاہد رعنا سے مختلف صورت دے دی ہے۔"(۲۷) "رسوا نے ہر جگہ اپنے ناول کو ایک نئی صورت دی ہے لیکن پھر بھی جگہ جگہ ان دونوں ناولوں کی مشابہتیں نمایاں ہو ہی جاتی ہیں۔" ..........."شاہد رعنا اور امراؤ دان ادا میں شروع سے آخر تک بے شمار مماثلتیں اور مشابہتیں ملتی ہیں لیکن رسوا کی ذہانت نے امراؤ جان میں بہت سے اضافے بھی کیئے ہیں جس کی وجہ سے یہ ناول بظاہر شاید رعنا سے مختلف نظر آتا ہے۔"(۲۹)

---

# حوالہ جات


۱۔ مرزا محمد ہادی رسوا، سوانح حیات اور ادبی کارنامے: ڈاکٹر میمونہ بیگم انصاری مارہروی، مجلس ترقی ادب، لاہور۔ طبع اول جون ۱۹۶۳ء

۱، صفحہ ۵

۲، صفحہ ۷

۳، صفحہ ۱۹

۲۔ رسوا کی ناول نگاری، ڈاکٹر ظہیر، فتح پوری، حروف، راول پنڈی۔ اشاعتِ اول، اپریل ۱۹۷۰ء

۴، صفحہ ۹۲

۵، صفحہ ۴۴

۶، صفحہ ۴۴ (حاشیہ)

۷، صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱

۳۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، نویں جلد، اردو ادب چہارم (۱۸۵۷تا۱۹۶۴) چودھواں باب، دوسرے ناول نگار، خواجہ محمد زکریا۔ طبع اول ۔ ۱۹۷۲ء

۸، صفحہ ۵۰۴

۴۔ رسوا کی ناول نگاری......

۹، صفحہ

۵۔ تذکرہ قاری، مرتب مولانا ابوالکمال ماہر دہلوی، قاری بک ڈپو راول پنڈی ۱۹۶۰ء

۱۰، صفحہ ۲۰

۶۔ قاری سرفراز حسین عزمی دہلوی شخصیت و ناول نگاری، ڈاکٹر خالد اشرف، ایجوکیشنل پبلشنگ

ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۰ء

۱۱۔ صفحہ ۱۹۰

۱۲۔ صفحہ ۸۰

۷۔ بیسویں صدی میں اردو ناول، ڈاکٹر یوسف سرمست، ترقی بیورو، نئی دہلی، مارچ ۱۹۹۵ء

۱۳۔ صفحہ ۱۰

۱۴۔ صفحہ ۸۲

۱۵۔ صفحہ ۸۲

۱۶۔ صفحہ ۳۸

۱۷۔ صفحہ ۸۹

۱۸۔ صفحہ ۹۰

۱۹۔ صفحہ ۹۰

۲۰۔ صفحہ ۹۱

۲۱۔ صفحہ ۹۱

۲۲۔ صفحہ ۹۳

۲۳۔ صفحہ ۹۴

۲۴۔ صفحہ ۹۹

۲۵۔ صفحہ ۹۹

۲۶۔ صفحہ ۵۹

۲۷۔ صفحہ ۵۴

۲۸۔ صفحہ ۹۲

۲۹۔ صفحہ ۸۹